ابوسفیان اصلاحی

سر سیّد احمد خان
اور
عیسائی مبلّغین و مؤرخین - ۱

[علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے سہ ماہی "فکر و نظر" نے اکتوبر ۱۹۹۲ء میں ایک خصوصی شمارہ سر سیّد احمد خان کی یاد میں شائع کیا تھا۔ جناب ابوسفیان اصلاحی، لیکچرار شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی کا زیرِ نظر مقالہ اسی خصوصی شمارے سے بہ شکریہ نقل کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ماخذ میں کتابت کی چند اغلاط ہیں اور ایک دو جگہ چند الفاظ لکھے نہیں جا سکے۔ ان الفاظ کا قیاساً اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح اصل ماخذ میں حواشی کا شمار بھی درست نہ تھا۔ کوشش کی گئی ہے کہ یہ خامی بھی زیر نظر اشاعت میں نہ رہے۔ "عالم اسلام اور عیسائیت" کی طباعتی روایت کے مطابق حواشی مقالے کے خاتمے پر یک جا شائع ہوں گے۔ مدیر]

سر سیّد احمد خان کی شخصیت کے بے شمار پہلو ہیں، سر سیّد جہاں اپنی ملّی اور قومی خدمات کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش نہایت عقیدت سے یاد کیے جائیں گے، وہیں ان کی علمی خدمات کا غلغلہ بھی تا قیامت قائم و دائم رہے گا۔ سر سیّد نے بے شمار موضوعات بالخصوص معاشرتی، تعلیمی اور مذہبی موضوعات پر اظہارِ خیال کیا۔ اسلامیات سر سیّد کا خصوصی موضوع رہا ہے اور اس کا شاید ہی کوئی گوشہ ان کی نگارشات سے تشنہ رہا ہو[۱]۔ سر سیّد بہت سے اسلامی مسائل میں نہ صرف منفرد ہیں، بلکہ مفتیان کرام کے بقول انھوں نے دینِ اسلام سے انحراف کیا ہے[۲]۔ بہر کیف کچھ بھی ہو سر سیّد نے اسلام کی خدمت میں نمایاں رول ادا کیا ہے[۳]۔ دینِ اسلام اور ملّت اسلامیہ کے تہذیبی و ثقافتی ورثہ کو بھی جن لوگوں نے ہدفِ تنقید بنایا، سر سیّد نے ان لوگوں کو بھی نہایت عالمانہ و فاضلانہ جواب دیا۔ عیسائی مبلّغین، مصنّفین اور مؤرخین نے ہمیشہ قرآن اور آنحضور ﷺ کو موردِ الزام قرار دیا اور طرح طرح کے رکیک حملے کیے۔ آپ نے ان مبلّغین، مصنّفین اور مؤرخین کے بے سر و پا الزامات کے علمی و تحقیقی جوابات دیے۔

سر سیّد چونکہ ایک علمی آدمی تھے، انھیں خداوندِ قدوس نے غیر معمولی بصیرت و حکمت عطا کی

تھی، اسی لیے انھوں نے یک طرفہ تمام عیسائی مبلغین و مؤرخین کو موردِ الزام قرار نہیں دیا، بلکہ اگر کسی مستشرق نے مذہبِ اسلام کے سلسلے میں حقیقت پسندی سے کام لیا ہے تو آپ نے اس کی علمی صداقت کی داد دی ہے، جیسا کہ آپ کو اسی مضمون میں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ سر سیّد کی تحریروں میں دونوں ہی طرح کے خیال رکھنے والے مؤرخین و مستشرقین کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بارہا اس کا اعتراف کیا ہے کہ تمام مخالفتوں اور عداوتوں کے باوجود مذہبی حیثیت سے ہم عیسائیت سے بہت قریب ہیں [۴]، اور اللہ تعالیٰ نے اسی مذہب والوں کو ہمارا دوست کہا ہے۔ سر سیّد لکھتے ہیں:

> اور جہاں تک ہم سے ہوسکے، ہم انگلش گورنمنٹ کے وفادار رہیں۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ عیسائی مذہب کا طرفدار ہوں۔ عیسائی مذہب کا جیسا کہ میں مخالف ہوں، بلکہ دشمن ہوں اور جیسی جیسی سخت کتابیں میں نے عیسائی مذہب کے خلاف لکھی ہیں، شاید کسی نے لکھی ہوں گی۔ گو وہ مذہب کیسا ہو، مگر خدا نے اسی مذہب والوں کو ہمارا دوست کہا ہے [۵]۔

سر سیّد نے مذہبِ اسلام اور عیسائیت کے مابین حائل ہو جانے والی خلیج کو پاٹنے کے لیے توریت و انجیل کی تفسیر لکھی، تاکہ دونوں کے اختلاف رفع ہوں۔ چنانچہ "تبئین الکلام فی تفسیر التوراۃ و الانجیل علی ملتہ الاسلام" کے پہلے مقدمہ میں انبیاء کی آمد اور ان کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا کہ تمام انبیاء ایک سچے دین کے ساتھ اس دنیا میں مبعوث کیے گئے، البتہ شریعت جدا جدا تھی۔ مسلمانوں کو تمام سابقہ انبیاء و رسل پر ایمان لانا ضروری ہے [۶]۔ اس کتاب میں سر سیّد نے جگہ جگہ آیات و احادیث کی روشنی میں بتایا کہ ہم مسلمان توریت، زبور، صحف انبیاء اور اناجیل پر اعتقاد رکھتے ہیں [۷]، لیکن یہود و نصاریٰ کا حال یہ ہے کہ وہ ہر وقت مسلمانوں کے خلاف شمشیر بکف رہتے ہیں اور آنحضور ﷺ کی رسالت سے انکار کرتے ہیں [۸]۔

عیسائیت اور مذہبِ اسلام میں قربت پیدا کرنے کے لیے سر سیّد نے ایک رسالہ "احکامِ طعامِ اہلِ کتاب" کے عنوان سے تصنیف کیا جس میں انھوں نے قرآن، حدیث، فقہ اور اقوالِ مفسّرین سے یہ ثابت کیا کہ طعامِ اہلِ کتاب جائز ہے۔ سر سیّد فرماتے ہیں:

> "جاننا چاہیے کہ طعامِ اہلِ کتاب بشرطیکہ محرمات شرعیہ میں سے نہ ہو، مسلمانوں کے لیے حلال اور درست اور اس کا کھانا جائز اور مباح ہے۔ خواہ ہم ان کا بھیجا ہوا اور انہیں کا پکایا ہوا اپنے گھر کھائیں، خواہ ان کے یہاں جا کر کھائیں، خواہ اکیلے کھائیں، خواہ ہم اور اہلِ کتاب ایک جگہ ساتھ بیٹھ کر کھائیں اور وہ کھانا قسم لحوم طیبہ سے ہو یا از قسم حبوب و شیرینی وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
>
> الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم

وطعامکم حل لهم (المائدہ: ۵)
(آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے، اور تمہارا کھانا ان کے لیے۔)

آنحضور ﷺ نے فرمایا۔

وفی الترمذی سئلت النبیؐ عن طعام النصاریٰ فقال لایتحلجن فی صدرک طعام ضارعت النصرانیته الی آخر الحدیث وقال الترمذی والعمل علی هذا عند اهل العلم من الرخصته فی طعام اهل الکتاب۔
(اور ترمذی میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ سے نصاریٰ کے کھانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اندر نصاریٰ کے کھانے کے متعلق بد ظنی نہیں پیدا ہونی چاہیے، نصرانیت مشابہ ہے۔۔۔ اور ترمذی نے فرمایا کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے یعنی اہل کتاب کے کھانا کے سلسلے میں اجازت ہے۔)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

لاباس طعام الیهود والنصاریٰ کله من الذبائح وغیرها۔
(یہود و نصاریٰ کے تمام کھانوں میں خواہ وہ ذبیحہ ہوں یا کوئی اور چیز کوئی حرج نہیں ہے۔)

فتح المنان میں ہے۔

عن علی قال لاباس بطعام المجوس انما نهی عن ذبائحهم رواه البیهقی۔
(حضرت علی نے فرمایا کہ مجوس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، صرف ان کے ذبیحہ سے روکا گیا ہے، جس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مندرجہ بالا آیت، حدیث، فتویٰ اور تفسیر سے سرسیّد نے یہ ثابت کیا کہ طعام اہل کتاب مسلمانوں کے لیے جائز ہے۔ اور جو شے حلال ہے وہ کسی کی بھیجی ہوئی ہو یا پکائی ہوئی ہو، حرام یا ناجائز نہیں ہو سکتی۔ خود جناب رسولِ خدا ﷺ نے یہودیوں کے ہاں پکا ہوا کھانا تناول فرمایا ہے[9]۔

سرسیّد عیسائی مبلغین و مؤرخین کی جانب سے اسلام کے سلسلے میں زبردست خطرہ محسوس کرتے۔ ان کی طرف سے جب کوئی ایسی کتاب آتی جس میں مذہبِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف گستاخیاں اور بدتمیزیاں کی گئی ہوں تو اس سے انہیں شدید ذہنی اذیت لاحق ہو جاتی۔ چنانچہ جب ولیم میور کی بدنام زمانہ کتاب[10] The life of Mohammed منظر عام پر آئی اور سرسیّد نے اسے پڑھا تو ان پر کیا گزری، انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔

ان دنوں ذرا میرے دل کو سوزش ہے، ولیم میور صاحب نے جو کتاب آنحضرت ﷺ کے حال میں لکھی ہے، اس کو میں دیکھ رہا ہوں، اس نے دل کو جلا دیا اور ان کی نا انصافیاں اور تعصبات دیکھ کر دل کباب ہو گیا اور مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی سیر میں جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا کتاب لکھ دی جائے۔ اگر تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤں تو بلا سے۔ قیامت میں یہ تو کہہ کر پکارا جاؤں گا کہ اس فقیر مسکین احمد کو جو اپنے دادا ﷺ کے نام پر فقیر ہو گیا حاضر کرو"۔

سرسید ایک جگہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمان بادشاہوں اور حکومتوں کی تاریخیں نہایت ناانصافی سے لکھی ہیں۔ یہی کتابیں طلبہ پڑھتے ہیں جن کی وجہ سے ان کے اذہان پر غلط اثرات مترتب ہوتے ہیں۔ ایسی کتابوں کی شدید ضرورت ہے جن کے تمام واقعات کو صداقت و دیانت سے پیش کیا گیا ہو۔ دنیا کے دو بڑے واقعات ایک فتح اندلس اور دوسرے کروسیڈ یعنی آٹھ لڑائیاں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین بیت المقدس پر ہوئیں۔ اگر ان کی صحیح تاریخ منظرِ عام پر آ جائے تو لوگوں کے ذہن مذہبِ اسلام کے باب میں صاف ہو جائیں"[۱۲]۔ لیکن سرسید کہتے ہیں کہ افسوس انگریزی تاریخ کی بہت کم ایسی کتابیں ہیں جو تعصب سے خالی ہوں اور مسلمانوں کی تاریخ ٹھنڈے دل سے ان میں لکھی گئی ہو"[۱۳]۔

مشنری

سولہویں صدی میں جب انگریز ہندوستان آئے تو انھوں نے ہر طرح سے ہندوستان پر اپنی گہری چھاپ ڈالنے کی کوشش کی، انھوں نے یہاں کے لوگوں کو اپنے مذہب کے رنگ میں رنگنے کی بھی پوری جدوجہد کی۔ انھیں بالخصوص مسلمانوں سے بہت خطرہ تھا، اس لیے انھوں نے مسلمانوں کے مذہب کی تبدیلی کے سلسلے میں زیادہ توجہ کی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں اسلام کو تین خطروں کا سامنا تھا۔ پہلا خطرہ یہ تھا کہ انگریزوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے مشنری کو متعین کر رکھا تھا۔ یہ مشنری اخبارات و رسائل نکالتی تھیں۔ ان اخبارات میں مسلمانوں اور مذہب اسلام پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے جاتے تھے اور طرح طرح کی خرابیاں تعلیمات اسلام کی بیان کی جاتی تھیں۔ دوسرا خطرہ یہ تھا کہ ہندوستان کی حکومت انگریزوں کو مسلمانوں سے ملی تھی، اس لیے وہ انہیں اپنا سب سے بڑا حریف تصور کرتے تھے اور وہ اسلام کو تمام خرابیوں کا سرچشمہ تصور کرتے تھے۔ تیسرا خطرہ یہ تھا انگریزی تعلیم کے پردہ میں انگریز عیسائیت کی تبلیغ کرتے تھے۔ پہلے ان خطروں کا سرسید نے مقابلہ کیا، خود بھی ان کے اعتراضات کے جواب دیے اور بہت سے حقائق پسند عیسائی علماء و مؤرخین کے اقوال بھی دلائل میں نقل کیے"[۱۴]۔

سرسید نے اپنی کتاب "اسبابِ بغاوت ہند" میں عیسائی مبلغین کا بھی ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر انگریزوں کے خلاف جو ایک اضطراب پایا جاتا تھا، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اُنھوں نے ہمارے مذہب

میں مداخلت کرنی شروع کردی تھی، اور مسلمانوں کے تہذیب و تمدن کو مٹا دینے کے در پے تھے۔ انگریز حکومت اپنے مبلغین کے ذریعہ ہر کام نہایت رفتہ رفتہ اور چالاکی سے کرواتی، وہ جبراً کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کو نہیں کہتے، بلکہ خفیہ تدابیر سے عربی و سنسکرت کو ختم کر دینے پر آمادہ تھے تاکہ ہندوستانی اپنی مذہبی زبان سے نابلد ہو جائیں، وہ بہت سی لالچ دلا کر انھیں عیسائیت کا قلادہ پہنانے میں کامیاب ہو جاتے۔ چنانچہ ۱۸۳۷ء میں جب قحط آیا تو انھیں بہت سے لڑکوں کو عیسائی مذہب میں لانے کا موقع مل گیا۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں انگریز حکومت نے پادریوں کو مقرر کر رکھا تھا جنھیں تبلیغ کے لیے پیسے دیے جاتے تھے۔ وہ اپنے مشن کے لیے بہت سے رسائل اور کتابیں لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔ انگریز حکام اپنے ماتحتوں کو حکم دیتے کہ وہ ان کی کوٹھی پر آکر پادری کا وعظ سنیں۔ یہ پادری مختلف میلوں اور مجالس میں بھی جاتے اور وہاں انجیل مقدس ہی کے بیان پر اکتفا نہ کرتے، بلکہ دوسرے مذاہب کی خامیاں بھی ذکر کرتے، نیز دیگر مذاہب کی شخصیات کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے۔

اس وقت بہت سے مشنری اسکول بھی قائم ہو گئے تھے، ان اسکولوں میں بہت سے حکام جاتے اور لوگوں کو اس میں داخل اور شامل ہونے کی ترغیب دیتے۔ ان میں سوالات مذہبی کتابوں سے کیے جاتے، مثلاً ان سے یہ پوچھا جاتا کہ تمہارا خدا کون ہے اور تمھیں کون نجات دے سکتا ہے۔ اگر جواب اُنہیں عیسائی نقطۂ نظر کے مطابق ملتا تو انھیں انعامات سے نوازا جاتا۔ اس سے لوگ بہت ناراض تھے لیکن مفلس و مفلوک الحال طبقہ ان اسکولوں کی رعایتوں سے فائدہ اٹھاتا اور اس طرح مفلسین ان کے دام میں آجاتے۔ اس کے علاوہ دیہاتوں میں بہت سے مکاتب انگریزوں کی طرف سے قائم کیے گئے۔ ان اسکولوں کی تبلیغ کے لیے پرگنہ وزیٹر اور ڈپٹی انسپکٹر ہر گاؤں میں جاتے اور بچوں کے داخلہ کے لیے آباء و اجداد سے سفارش کرتے۔ لوگ ان اسکولوں سے نفرت کرنے لگے۔ لوگوں کے اندر یہ خیال پیدا ہوا کہ ان اسکولوں میں جا کر ہمارے بچے اپنے مذہب اور معاشرت سے ناآشنا ہو جائیں گے اور عیسائیت میں رنگ جائیں گے۔ مشرقی ہندوستان کے بہت سے اضلاع میں باقاعدہ یہ آرڈر جاری ہوا کہ لوگ اپنے بچوں کو ان مکاتب میں داخل کریں۔

بہت سے لڑکیوں کے لیے اسکول بھی قائم کیے گئے۔ پرگنہ وزیٹر اور ڈپٹی انسپکٹر ان میں لڑکیوں کے داخل کرنے کے لیے بڑے جتن کرتے، تاکہ لڑکیاں بے پردہ ہو جائیں۔ اس وقت جو مشہور کالجز تھے ان کے طریقۂ تعلیم میں بہت تبدیلی آئی۔ پہلے ان کالجوں میں فارسی، عربی، سنسکرت اور انگریزی کے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ فقہ، حدیث اور علم ادب پڑھانے کی بھی اجازت تھی، اور ان کالجوں میں نہایت ذی علم اساتذہ درس دیتے تھے، لیکن انگریزوں نے ان تمام چیزوں کو بدل کر رکھ دیا۔ اب صرف ان میں انگریزی اور اردو برقرار رہی، کیونکہ اس سے لوگوں کے مذہبی احساسات دن بدن سرد پڑتے جائیں گے۔

ایک طرف تعلیم میں انگریزوں نے یہ تغیر و تبدل کیے، دوسری طرف ملازمتوں کے لیے یہ شرط لگا دی کہ ملازمتوں کے مستحق وہی ہوں گے جو مذکورہ مکاتب و مدارس کے پڑھے ہوئے ہوں گے۔ سر سید کا کہنا ہے کہ یہ سب صرف اس لیے کیا گیا کہ لوگ ہر طرح سے مجبور ہو کر ان کی منافقتوں اور عیاریوں میں آ جائیں، نیز اپنے مذاہب کے اغراض و مقاصد کو فراموش کر دیں۔

جیل خانوں میں بھی اختلاط اکل و شرب کا دور شروع ہوا، یہ تمام حربے حکومت اور پادریوں کی طرف سے اپنائے جا رہے تھے کہ اسی دوران ۱۸۵۵ء میں پادری ایڈمنڈ نے دارالامارت کلکتہ سے سرکاری ملازمین کے پاس چٹھیاں بھیجیں جن کا مطلب یہ تھا کہ اب تمام ہندوستان میں ایک عملداری ہو گی، چنانچہ تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہو گئی۔ ریلوے سڑک سے سب جگہ کی آمدورفت ایک ہو گئی۔ مذہب بھی ایک ہونا چاہیے۔ اس لیے مناسب ہے تم لوگ عیسائی بن جاؤ۔ سر سید لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے لوگوں کو سخت حیرانی ہوئی اور لوگوں کے دلوں میں انگریزوں کے لیے نفرت گھر کر گئی۔ ان تمام اقدامات سے ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کو زیادہ تشویش ہوئی، کیونکہ ہندو اپنے مذہب کے احکام بطور رسم و رواج کے ادا کرتے ہیں، اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ مذہب کے احکام کے کیا فوائد اور کیا نقصانات ہیں۔ اس کے برعکس مسلم اپنے مذہب کے احکام کی اتباع اس عقیدے کے تحت کرتے ہیں کہ ان چیزوں سے نجات ملے گی اور ان چیزوں سے گمراہی میں مبتلا ہوں گے[۱۵]۔ اس کے علاوہ بھی سر سید نے انگریز حکومت اور عیسائی مبلغین کی شنیع حرکتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سر سید نے اپنے مذہب کو بچانے کے لیے بہت سی تدبیریں کیں۔

مشنری اسکولوں کے متعلق سر سید فرماتے ہیں کہ "طرز معاشرت باہم مختلف، ایک کی ضرورت دوسرے کی ضرورت سے متبائن اور اس سبب سے مسلمانوں کو ان کالجوں میں کوئی ذریعہ اپنی تعلیم کو ترقی دینے کا اور اپنی قومی فیلنگ کو بڑھانے کا، بلکہ اس کو قائم رکھنے کا نہیں ہے۔ پس ان مدارس میں تعلیم پانے سے کبھی توقع نہیں ہو سکتی کہ ہماری قوم قوم بن سکے گی"[۱۶]۔

مشنری اسکولوں اور کالجوں میں مسلم طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم تھی۔ سر سید کو ان کے ذہن و دماغ کو محفوظ رکھنے کی بہت فکر تھی، چنانچہ جب مسٹر ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ کی کتاب "پریچنگ آف اسلام"[۱۷] منظرِ عام پر آئی تو انہیں یہ فکر ہوئی کہ یہ کتاب کالج میں پڑھنے والے مسلم طلباء کو مفت دی جائے کیونکہ اس میں اسلام کی صحیح عکاسی کی گئی ہے، چنانچہ سر سید نے اس کی مفت تقسیم کے لیے مخیر حضرات سے درخواست کی[۱۸]۔

انگریزوں نے عورتوں کی تعلیم کے لیے یورپ کے زنانہ مدارس کے طرز پر اسکول کھولے تو اس پر بھی سر سید نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا کہ "جو جدید انتظام اس زمانہ میں عورتوں کے لیے کیا جاتا ہے، خواہ انتظام گورنمنٹ کا ہو اور خواہ اس طرز کا انتظام کوئی مسلمان یا کوئی انجمن اسلامی اختیار کرے، اس کو میں

پسند نہیں کرتا۔ عورتوں کی تعلیم کے لیے مدرسوں کو قائم کرنا اور یورپ کے زنانہ مدرسوں کی تقلید کرنا، ہندوستان کی موجودہ حالت کے کسی طرح مناسب نہیں ہے اور میں اس کا سخت مخالف ہوں[۱۹]۔"

سرسید احمد خان نے عیسائیت کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے پیچھے کوئی عداوت یا انتقامی جذبہ کارفرما نہ تھا۔ یہ بات پیچھے آچکی ہے کہ انہوں نے صرف ان مصنفین اور مؤرخین کا نوٹس لیا ہے جنہوں نے اسلام کے متعلق کدورت و منافقت کا ثبوت دیا ہے اور ان مصنفین و مؤرخین کی دل کھول کر تعریف بھی کی ہے جنہوں نے اسلام کا مطالعہ معروضی انداز میں کیا ہے۔ چنانچہ متعصب عیسائی مؤرخ ولیم میور نے اپنی کتاب "دی لائف آف محمد" میں اسلام اور آنحضور ﷺ کے حالات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا تو اُنہوں نے اس کا جواب لکھنے کے لیے انگلستان کا سفر کیا اور غیر معمولی تکالیف برداشت کر کے "خطبات احمدیہ" تصنیف کی اور نہایت علمی و تحقیقی انداز میں اس کی علمی بددیانتیوں کا جواب دیا۔ اس کتاب میں ولیم میور کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر عیسائی مؤرخین کے خیالات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ولیم میور اور اسپرنگر کے متعلق سرسیّد کا کہنا ہے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کے حالات و واقعات کو واقدی کی روشنی میں ترتیب دیا ہے جبکہ واقدی نہایت غیر معتبر اور حاطب اللیل ہے[۲۰]۔

یہاں پر ولیم میور کی تردید کے سلسلے میں سرسیّد نے جو کچھ لکھا ہے اس کا جائزہ لینا اس مضمون میں ممکن نہیں ہے، کیونکہ اس کے لیے الگ سے ایک مضمون کی ضرورت ہے۔ یہاں پر صرف ان مصنفین و مؤرخین کا تذکرہ مقصود ہے جن کا سرسیّد نے "خطبات احمدیہ" میں ضمناً ذکر کیا ہے۔ یہاں ان عیسائی مؤرخین کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے اسلام کی تصویر مسخ کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ سرسیّد کا کہنا ہے کہ ایک عرصہ سے عیسائی مؤرخین اسلام اور اس کی تعلیمات کو موضوع بناتے چلے آرہے ہیں، لیکن ابتدائی زمانہ کی کتابیں مثلاً کتب مصنفہ وینیل، لوتھر، ملانک تھن، سیپال ہیم، ڈی ہربی لاٹ دستیاب نہیں ہیں لیکن دیگر کتابوں کے حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں اسلام کے خلاف بدزبانی اور سخت کلامی کے سوا کچھ نہیں ہے[۲۱]۔ عیسائی مصنف مراکشی کے متعلق بھی سرسیّد نے لکھا کہ اس نے ہمیشہ اسلام کے خلاف بدتمیزی کی[۲۲]۔ ڈین پریڈٹی کا شمار بھی سرسیّد نے انہیں مؤرخین میں کیا ہے جن پر اسلام بہت شاق گزرتا تھا۔ اس کی کتاب کو پڑھنے کے بعد کوئی بن ہنسے اس کی عدم واقفیت اور جاہلیت پر نہیں رہ سکتا۔ ان کے علاوہ ہاتجر، کیلگیرزی لنڈا و کلی نے بھی مذہب اسلام اور آنحضرت ﷺ پر کتابیں لکھیں، لیکن سرسیّد انہیں دیکھ نہ سکے[۲۳]۔ سرسیّد نے بتایا کہ ڈاکٹر اسپرنگر کی ایک کتاب جرمن میں ہے جس میں حالات رسول ﷺ ابن اسحاق اور واقدی کو بنیاد بنا کر ترتیب دیے گئے ہیں۔ یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے[۲۴]۔

اب ہم سرسیّد کے ذکر کردہ ان عیسائی مؤرخین کا ذکر کریں گے جو اسلام کے باب میں حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہیں، وہ تمام تعصبات اور کدورتوں سے بالاتر ہیں اور صرف سچائی ان کا شیوہ

ہے [25]۔

حقیقت پسند مصنفین میں ایک مشہور نام مسٹر جان ڈیون پورٹ کا ہے۔ سرسید نے جابجا اپنی کتاب میں ان کے خیالات کو نقل کیا ہے۔ سرسید اپنے ایک خط میں اس مصنف کے متعلق اظہار خیال کرتے ہیں۔

> ایک انگریز نے جس کا نام مسٹر جان ڈیون پورٹ ہے، حمایت مذہب اسلام میں ایک عجیب وغریب کتاب لکھی ہے۔ جناب پیغمبر خدا ﷺ کا حال لکھا ہے اور جس قدر اتہام والزام انگریزوں نے آنحضرت ﷺ پر، اور قرآن پر اور مذہب اسلام پر لگائے ہیں، اس کا جواب دیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب بالکل انگریزوں کے مخالف تھی، اس کا چھاپہ ہونا اور فروخت ہونا مشکل تھا۔ میں نے کل لاگت چھاپہ کی دینی قبول کی ہے، اور احباب سے [دس دس روپے] اس کی لاگت ادا کرنے کو طلب کیے تھے، پس اگر وہ خط نہ پہنچا ہو تو آپ فی الفور بھیجو، وہ کتاب تیار ہو گئی، چھپ گئی، آئندہ میل میں روانہ کروں گا۔ تصویر مسٹر ڈیون پورٹ کی بھیجتا ہوں، نہایت تعظیم وادب اور محبت رکھنے کے لائق آدمی ہے [26]۔

سرسید نے مسٹر ڈیون پورٹ کی کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے محسن الملک کو لکھا اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ بڑی مشکل سے مجھے ایک کتاب مسٹر ہگنز کی ملی ہے جو مسٹر ڈیون پورٹ کی کتاب سے عمدہ ہے [27]۔ سرسید نے "خطبات احمدیہ" میں مسٹر جان ڈیون پورٹ کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے اس نہایت ناپسند اور حقیر بت پرستی کے بدلے میں جس میں اس کے ہم وطن (یعنی اہل عرب) مدت سے ڈوبے ہوئے تھے، خدائے برحق کی پرستش قائم کرنے سے بڑی بڑی دائم الاثر اصلاحیں کیں، مثلاً اولاد کشی کو موقوف کیا، نشے کی چیزوں کے استعمال کو اور قمار بازی کو جس سے اخلاق کو بہت نقصان پہنچتا ہے، منع کیا، بہتات سے کثرت ازدواج کا رواج تھا، اس کو بہت کچھ گھٹا کر محدود کیا، غرضیکہ ایسے بڑے اور سرگرم مصلح کو ہم فریبی ٹھہرا سکتے ہیں [28]۔

گوتھ، لاماری، نالڈ ٹانک اور دواری نے بھی اسلام کے سلسلے میں صداقت ودیانت کا ثبوت دیا ہے۔ ان کے سلسلے میں سرسید نے "کوارٹرلی ریویو" کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔

> ان مورخوں نے بہت سی دنیا کو یہ بات سکھلا دی کہ مذہب اسلام ایک شگفتہ اور تروتازہ چیز ہے اور ہزاروں ثمروں اور جوہروں سے بھرپور ہے اور محمد ﷺ نے گو ان کی خصلت کو کیسا ہی سمجھا جائے انسانیت کی سنہری کتاب میں اپنی جگہ حاصل کی ہے [29]۔

ایڈورڈ گبن بھی ایک سچا مصنف ہے، انہوں نے اسلام کے باب میں کسی مخاصمت کا ثبوت نہیں

دیا۔ سرسید نے انہیں جگہ جگہ اپنی کتاب میں بطور استدلال کے نقل کیا ہے۔ ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں:

محمد کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ قرآن خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے بتوں کی، انسانوں کی اور ستاروں و سیاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے، اور جو حادث ہے، وہ فانی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے۔ اس نے اپنی معقول گری سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا ہے جس کی نہ ابتداء نہ انتہا، وہ کسی شکل میں محدود نہ کسی مکان میں اور نہ اس کا ثانی موجود ہے جس سے اس کو تشبیہہ دے سکیں[۳۰]۔

سرسید نے مسٹر کارلائل کو بھی سراہا، کیونکہ انہوں نے بھی اسلام کی حقانیت تسلیم کرنے میں کسی پہلو تہی کا ثبوت نہیں دیا۔ "خطبات احمدیہ" میں نقل کیا گیا ان کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جا رہا ہے جس سے آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کا ذہن آلائشوں سے کس قدر پاک ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ہم لوگوں (عیسائیوں) میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمد ایک پرفن اور فطرتی شخص اور گویا جھوٹ کے اوتار تھے اور ان کا مذہب دیوانگی کا اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے، اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں، جو جو جھوٹ باتیں، دور اندیشی اور مذہبی سرگرمی رکھنے والے آدمیوں (عیسائیوں) نے اس انسان (محمد ﷺ) کی نسبت قائم کی تھیں اب وہ الزام قطعاً ہماری روسیاہی کے باعث ہیں[۳۱]۔